جناب نصرت علی اثیر

سلیمان بن مہران الاعمش

نام ونسب

سلیمان نام تھا اور مہران کے بیٹے تھے۔ مہران ایرانی تھے۔ اصل وطن طبرستان تھا، جہاں وہ بنی اسعد کے غلام تھے۔ وہاں رے کی بستی دنباوند سے جب کوفہ میں بنی اسعد کے ہاں آئے تو بنی کاہل کے ایک شخص نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا[1] اس لیے سلیمان بن مہران کو اسعدی اور کاہلی کی نسبت سے یاد کیا جاتا ہے۔ آنکھوں کی بینائی چونکہ کمزور تھی، اس لیے الاعمش سے مشہور ہوئے[2]۔ علاوہ ازیں الکوفی نسبت اور ابو محمد کنیت سے بھی تذکروں میں آپ کو پکارا گیا ہے[3]

آپ کی والدہ بنی اسعد سے تھیں اور ان کا نام خزیمہ تھا[4]۔ آپ کے والد مہران حضرت حسین کی شہادت کے عینی گواہ تھے[5]

ولادت

سلیمان اعمش کی تاریخ ولادت اور مقام ولادت میں اکثر تذکرہ نگاروں کا اختلاف ہے۔ ایک روایت کی رُو سے آپ رے کی سرزمین میں ۶۰ھ کو پیدا ہوئے[6] امام بخاری نے اپنی کتاب التاریخ الکبیر میں ابنِ نمیر سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں یحییٰ بن عیسیٰ نے انھیں بتایا کہ میں نے خود اعمش سے سنا کہ وہ

---

[1] خطیب بغدادی، تاریخِ بغداد : ۹ : ۵ ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظہ مصر ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء

[2] ابنِ خلکان : وفیات الاعیان : ۲ : ۱۳۶ ، مطبوعہ قاہرہ

[3] ابنِ حجر : تہذیب التہذیب : ۴: ۲۲۲ ، مطبوعہ دائرہ معارف نظامیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۵ھ

[4] تبریزی : الاکمال فی اسماء الرجال : ۳ : ۶۰۸ ، مطبوعہ منشورات المکتبۃ الاسلامی بدمشق ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء

[5] ابنِ سعد: طبقات الکبریٰ : ۶ : ۳۴۲ ، مطبوعہ بیروت ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء

[6] تبریزی: الاکمال : ۳ : ۶۰۸۔

حضرت حسینؓ کی شہادت سے دو سال قبل پیدا ہوئے[۵۷] اس کے علاوہ ایک اور روایت میں ۶۱ھ میں ۱۰ محرم کو جس دن حضرت حسینؓ شہید کیے گئے، کوفہ میں پیدا ہوئے[۵۸] امام بخاری نے خود ۶۰ھ کو آپ کی ولادت کا سال کہا ہے۔ ابن سعد نے فضل بن دکین اور وکیع دونوں سے روایت کیا ہے کہ اعمش یوم عاشورا کو ۶۰ھ میں پیدا ہوئے[۵۹] خطیب بغدادی نے بھی یوم عاشورا ۶۰ھ لکھا ہے[۶۰] لیکن سانحہ کربلا ۱۰ محرم ۶۱ھ کو ہوا۔ اس تضاد سے روایت کی صحت مشکوک ہو جاتی ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ سلیمان بن مہران کے والدین جب کوفہ آئے تو ان کی والدہ حاملہ تھیں اور سات ماہ بعد کوفے میں ۶۰ھ کو یہ بچہ پیدا ہوا[۶۱] روایات کے اس اختلاف کے بعد خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت کوفے کی بجائے رے کی بستی دنباوند میں ۱۰ محرم ۶۰ھ کو ہوئی۔ جب آپ کے والدین کوفے آئے تو وہ اس بچے کو اٹھائے ہوئے تھے۔

خطیب بغدادی نے جریر بن عبدالحمید کے حوالے سے کہا ہے کہ آپ دنباوند کی بستی میں پیدا ہوئے جو کہ پہاڑوں کے درمیان رے کے دیہاتوں میں سے ایک چھوٹی سی آبادی ہے[۶۲]۔ یاد رہے کہ جریر بن عبدالحمید آپ کے شاگرد خاص تھے۔ ابو حاتم رازی متوفی ۲۷۷ھ سے بھی یہی مروی ہے[۶۳] حسین بن حریث سے امام اعمش کے ایک دوسرے شاگرد ابو نعیم کا قول مروی ہے کہ اعمش ۶۰ھ میں پیدا ہوئے[۶۴]۔ جزری نے طبقات القرا میں، تبریزی نے اکمال میں، امام بخاری نے کتاب التاریخ الکبیر میں اور ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں اسی سال کو اعمش کا سالِ ولادت قرار دیا ہے۔

---

۵۷ امام بخاری: کتاب التاریخ الکبیر، ج ۲، ق ۲، مطبوعہ دائرہ معارف عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۶۴ھ۔

۵۸ ابن قتیبہ: کتاب المعارف: ۲۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

۵۹ ابن سعد: طبقات الکبریٰ: ۶: ۳۴۲، مطبوعہ بیروت ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء

۶۰ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۹: ۱۲ ۶۱ ابن خلکان: وفیات الاعیان: ۲: ۱۳۶

۶۲ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۹: ۳، مطبوعہ مطبعۃ السعادہ مصر ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء

۶۳ محمد بن ادریس الرازی: کتاب الجرح والتعدیل، ج ۲، ق ۱: ۱۴۶، مطبوعہ دائرہ معارف عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۷۲ھ

۶۴ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۹: ۱۲ - ایضاً

تعلیم و تدریس

اس دور میں قرآن اور حدیث کی تعلیم کے جگہ جگہ حلقے قائم تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض یاب ہونے والے اصحاب کی ایک کثیر تعداد بقید حیات تھی۔ اس لیے لوگ ان سے ملنے کے لیے بے تاب رہتے۔ جہاں کسی صحابی کا پتا معلوم ہوتا وہاں پہنچ جاتے، اس طرح چراغ سے چراغ جلتا گیا اور قرآن و حدیث کے علم کی روشنی دنیائے عالم میں چہار سو پھیل گئی۔

سلیمان بن مہران کی خوش قسمتی کہ انھیں چند جیّد صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ وہ کوفے میں آ گئے جہاں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رض جیسے صحابہ تشریف فرما تھے۔ آپ کو علم کے اس بحر بیکراں کی شناوری کا خوب موقع ملا۔ جہاں کسی صحابی یا تابعی کی علمی مجلس دیکھی ضرور فیض یاب ہوئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اور انھیں جی بھر کر دیکھا۔[۵] قرأتِ قرآن آپ نے ابراہیم النخعی، زر بن حبش، زید بن وہب، عاصم بن ابی النجود، ابو حصین، یحییٰ بن وثاب، مجاہد بن جبر اور ابو العالیہ الریاحی سے سیکھی۔ حدیثِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت آپ نے زید بن وہب، ابو وائل، ابو عمرو الشیبانی، قیس بن ابی حازم، اسمٰعیل بن ابی رجا، ابو صخرہ جامع ابن شداد، ابو ظبیان ابن جندب، خثیمہ بن عبدالرحمٰن الجعفی، سعد بن عبیدہ، ابو حازم الاشجعی، سلیمان بن مسہر، طلحہ بن مصرف، ابو سفیان طلحہ بن نافع، عامر الشعبی، ابراہیم النخعی، عبداللہ بن مرہ، عبدالعزیز بن رفیع، عبدالملک بن عمیر، عدی بن ثابت، عمارہ بن عمیر، عمارہ بن القعقاع، مجاہد بن جبیر، ابو الضحیٰ، منذر الثوری اور ہلال بن یساف جیسے نامور محدثین سے کی۔ آپ حفظ و ثقاہت اور تقویٰ میں بہت مشہور تھے۔ بہت سے علاقے اس زمانے میں قرآن و حدیث کی تحصیل کا مرکز تھے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے درس جاری تھے۔ تعلیم کے بعد خود آپ نے بھی حلقہ حدیث جاری کیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے آپ ہی سے اکتساب فیض کیا تھا۔ اس کے علاوہ ابو اسحٰق السبیعی، سلیمان التیمی، حکم بن عتبہ، زبید الیامی، سہیل بن ابی صالح، سفیان بن عیینہ، زفر بن الہذیل، علی بن مسہر، ابو معاویہ، حفص بن غیاث، وکیع بن الجراح، جریر بن عبدالحمید، عبداللہ بن ادریس، عیسٰی بن یونس، عبدالرحمٰن المحاربی، عبدہ بن

---

۵ خطیب البغدادی: تاریخ بغداد: ۹: ۱۲، ص ۴

سلیمان، یحییٰ بن سعید القطان، عمرو یعلی و محمد، بنو عابید الطنافسی، ابو اسامہ، عبداللہ بن نمیر، ابراہیم بن طہمان، جریر بن حازم، ابو اسحاق الفزاری، اسرائیل، زائدہ بن قدامہ، ابو بکر بن عیاش، شیبان النحوی، عبداللہ بن مبارک، الخریبی، فضیل بن عیاض، محمد بن عبدالرحمٰن الطناوی، ہشیم، ابو شہاب الحناط، حمزہ الزیات، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، ابان بن تغلب، طلحہ بن مصرف، ابراہیم التیمی، منصور بن المعتمر، ابو عبیدہ بن معن الہذلی، محمد بن عبداللہ المعروف بزاہر اور محمد بن میمون جیسے جلیل القدر محدثین، فقہا اور قرا نے آپ کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیا۔

اعمش بحیثیت محدث

امام سلیمان بن مہران الاعمشؒ ثقہ محدث تھے۔ صحیحین اور دیگر مستند کتب حدیث میں آپ سے احادیث کا ایک معتدبہ حصہ مروی ہے۔ آپ محدثین کے نزدیک بلند مقام پر فائز تھے۔ سفیان بن عیینہ جو خود ایک عظیم المرتبت محدث ہیں۔ فرماتے ہیں۔

عن سہل بن حلیمہ ابو السری سمعت سفیان بن عیینۃ یقول سبق الاعمش اصحابہ باربع کان اقرأھم للقرآن واحفظھم للحدیث واعلمھم بالفرائض ونسیت انا واحدۃ۔ [۱۶]

ابو السری فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اعمش اپنے ساتھیوں سے چار چیزوں میں سبقت لے گئے۔ دوسروں کے مقابلہ میں قرآن کے بہترین قاری، حدیث کے بہترین حافظ اور فرائض کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ ایک آخری بات (جو انھوں نے کہی) مجھے بھول گئی ہے۔

یحییٰ بن معین جو کہ رجال کے چوٹی کے ناقد ہیں، آپ کو ثقہ قرار دیتے ہیں:

قال ابو داؤد سمعت یحییٰ بن معین قال کان الاعمش جلیلاً جداً۔ [۱۷]

ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اعمش بہت بڑے پایہ کے آدمی ہیں۔

ابو مسلم صالح بن عبداللہ عجلی کے ہاں آپ کو ایک اعلیٰ درجے کے ثقہ محدث کہتے ہیں۔ خطیب بغدادی نقل کرتے ہیں:

---

[۱۶] خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۹: ۹، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء [۱۷] ایضاً

کان ثقہ ثبتاً فی الحدیث وکان محدث اہل الکوفۃ فی زمانہ ولم یکن لہ کتاب وکان رأساً فی القرآن[18]

وہ حدیث میں اعلیٰ درجہ کے ثقہ تھے اور اپنے دور میں اہلِ کوفہ کے محدث تھے۔ ان کی کوئی کتاب نہیں اور وہ قرآنی علوم میں ممتاز تھے۔

تبریزی اپنی کتاب "الاکمال فی اسماء الرجال" میں لکھتے ہیں:

وھو احد الاعلام المشھورین بعلم الحدیث والقرأۃ علیہ مدار اکثر الکوفیین روی عنہ خلق کثیر۔[19]

یعنی آپ حدیث و قرآت کا علم رکھنے والی شہرت یافتہ شخصیتوں میں سے ہیں۔ اکثر کوفیوں کا مرکز تھے۔ ان سے کثیر تعداد نے روایت کی۔

شعبہ کہتے ہیں:

ماشفانی احد فی الحدیث ماشفانی الاعمش۔[20]

یعنی حدیث میں جس قدر اعمش نے مجھے فائدہ بخشا ہے کسی نے نہیں بخشا۔

عبداللہ بن داؤد الخریبی شعبہ کی ایک اور خوبی کا حال بیان کرتے ہیں جس سے ان کی وابستگی اور عیاں ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

کان شعبۃ اذا ذکر الاعمش قال المصحف المصحف وقال عمرو بن علی کان الاعمش یسمی المصحف لصدقہ[21]

یعنی شعبہ جب بھی اعمش کا ذکر کرتے تو کہتے "المصحف المصحف" عمرو بن علی بتاتے ہیں کہ اعمش کو المصحف ان کی صداقت کی وجہ سے کہا جاتا تھا۔

ابن عمار فرماتے ہیں:

لیس فی المحدثین اثبت من الاعمش۔[22]

---

[18] ابن حجر: تہذیب التہذیب: ۴: ۲۲۳: مطبوعہ دائرہ معارف نظامیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۵ھ

[19] تبریزی: الاکمال فی اسماء الرجال، ۳: ۴۸: مطبوعہ منشورات المکتبہ الاسلامی بدمشق ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء

[20] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۴: ۲۲۲ [21] ایضاً، ص ۲۲۳ [22] ایضاً

یعنی محدثین میں کوئی اعمش سے زیادہ قابلِ اعتماد اور ثقہ محدث نہیں ہے۔

امام زہری کے پاس جب اہلِ عراق کا تذکرہ ہوتا تو وہ انھیں ضعیف قرار دیتے۔ اسحاق بن راشد کہتے ہیں کہ میں نے انھیں کہا کہ کوفے میں بنی اسعد کے ایک آزاد کردہ غلام سے چار ہزار احادیث مروی ہیں۔ امام زہری نے حیرت سے کہا، چار ہزار؟ تو اسحاق کہنے لگے کہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ کہیں تو اس علم سے کچھ آپ کو سنا دیتا ہوں۔ امام زہری نے بیان کرنے کو کہا۔ اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے بیان کرنا شروع کیا۔ جوں جوں میں پڑھ رہا تھا۔ امام زہری کی بدلتی ہوئی کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ آخر امام زہری کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہ واقعی علم ہے جس کو میں اور کسی کے ہاں نہیں پاتا۔[۲۳]

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں:

کان من النساك وکان محافظا علی الصلوٰۃ والجماعۃ وعلی الصف الاول وقال یحیی وھو علامۃ الاسلام۔[۲۴]

یعنی وہ عبادت گزار اور اہلِ زہد لوگوں میں سے ایک تھے۔ نماز اور جماعت کا خاص خیال رکھتے اور پہلی صف میں پڑھتے اور یحییٰ کہتے ہیں کہ وہ اسلام کو بہت زیادہ جانتے تھے۔

جریر بن عبد الحمید کے بارے میں یحییٰ بن معین سے مروی ہے کہ وہ جب بھی حدیث کو اعمش سے روایت کرتے تو کہتے کہ "ھذا الدیباج الخسروانی" یعنی شاہی ریشمی کپڑے کی طرح یہ سب سے اعلیٰ درجے کی روایت ہے۔[۲۵]

نسائی اور ابو عوانہ نے بھی آپ کو ثقہ مانا ہے۔ اسی طرح ابن حبان نے بھی آپ کو ثقہ تابعین میں شمار کیا ہے۔[۲۶]

امام اعمش اور تدلیس حدیث

اعمش ثقہ، عادل اور ثابت حافظِ حدیث تھے۔ لیکن بعض اکابرِ حدیث نے ان مرویات پر جن میں آپ

۲۳ھ ابن سعد: طبقات الکبریٰ: ۶: ۳۴۲، مطبوعہ بیروت ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء

۲۴ھ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۹: ۸، مطبوعہ مطبعۃ السعادہ مصر ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء

۲۵ھ ابن حجر: تہذیب التہذیب: ۴: ۲۲۳، مطبوعہ دائرہ معارف نظامیہ حیدر آباد دکن، ۱۳۲۵ھ

۲۶ھ ایضاً، ص ۲۲۴

نے صحابہ کا براہِ راست نام لے کر حدیث بیان کی جب کہ ان سے آپ کی ملاقات اس طور سے ثابت نہیں، تدلیس سے معیوب قرار دیا ہے ۔ اسی طرح وہ احادیث جو آپ نے بعض احباب سے حسن ظن رکھتے ہوئے روایت کیں ، وہ بھی اسی حکم میں شامل سمجھی جاتی ہیں۔ جن اکابر نے اس تنقید میں اعمش کی روایات کو جانچا ہے ۔ ان میں بعض نے تو مبالغہ آمیز باتیں کہی ہیں اور بعض نے حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے انصاف کا حق ادا کیا ہے ۔ عبداللہ بن المبارک نے جن کو حافظ ابن حجر نے حضرت اعمش کے شاگردوں میں شامل کیا ہے،[۵۲۷] آپ کی روایات پہ کڑی تنقید کی ہے۔

جوزجانی وہب بن زمعہ المروزی سے عبداللہ بن مبارک کا یہ قول نقل کرتے ہیں :

سمعت ابن المبارك يقول انما افسد حديث اهل الكوفة ابو اسحاق والاعمش ۔[۵۲۸]

میں نے ابن مبارک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اہل کوفہ کی احادیث میں سب سے زیادہ فاسد مرویات ابو اسحاق اور اعمش کی ہیں۔

دوسرے مغیرہ ہیں جنھوں نے سخت تنقید کی ہے ۔ جریر بن عبد الحمید ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں :

سمعت المغيرة يقول اهلك اهل الكوفة ابو اسحاق واعمشكم هذا ۔

یہ اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ ذہبی جو کہ خود رجالِ حدیث اور علمِ حدیث پہ گہری نظر رکھتے ہیں، بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والا فاعمش عدل ، صادق ثبت ، صاحبِ سنة وقرآن يحسن الظن بمن يحدثه ويروي عنه ۔

یعنی یہ تنقید بجا لیکن اعمش عادل، صادق، ثابت اور قرآن و سنت کے حامل ہیں جو حسنِ ظن سے کام لیتے ہیں، چنانچہ جو بھی بیان کر دیتا یہ اس سے روایت کر دیتے۔ اس لیے آگے لکھتے ہیں کہ ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم لاتعلق ہو جائیں، اس لیے کہ یہ ضعیف علم ہے جس سے تدلیس پیدا ہوتی اور تدلیس حرام ہے۔

---

۵۲۷ ابن حجر : تہذیب التہذیب : ۴ : ۲۲۲ ، مطبوعہ دائرہ معارف نظامیہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۵ھ

۵۲۸ علامہ ذہبی : میزان الاعتدال : ۲ : ۲۲۴

ابو الفلاح عبد الحی بن العماد الحنبلی انہی اعتراضاتِ بالا پر تبصرہ کرتے ہوئے شذرات الذہب میں لکھتے ہیں کہ ہر تدلیس قابلِ مذمت نہیں ہوتی[۲۹] پھر تدلیس کے لغوی اور اصول حدیث کی رو سے معانی بیان کرکے لکھتے ہیں کہ متن حدیث کے اوّل و آخر کے کسی اضافے کی تدلیس اگر کوئی عمداً کرے تو وہ مجروح ہو گی اور اس کا کرنے والا امر حرام کا مرتکب ہو گا لیکن اگر وہ اضافہ کسی نے بغیر کسی قصد کے کیا، وہم ڈالنے کے لیے نہیں کیا، تو یہ حرام نہ ہو گا۔ اس کی مثال دیتے ہوئے کثیر روایات میں سے جنھیں خطیب بغدادی نے تصنیف کی صورت میں جمع کیا ہے، ایک مثال عبد اللہ بن مسعود کے بیان کردہ تشہد کے آخری دو جملے ہیں کہ "فان شئت ان تقوم و ان شئت ان تقعد فاقعد" حدیثِ مرفوع کا حصہ نہیں بلکہ ان کا اپنا کلام ہے، نووی اور بیہقی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ دوسری وہ قسم جو مکروہ ضرور ہے لیکن نقصان نہیں دیتی۔ یہ تدلیس ہے کہ کوئی اپنے شیخ کے کسی نام یا غیر معروف نام یا ایسے لقب کا جس سے کسی دوسرے کا گمان پیدا ہو، سلسلۂ سند میں ذکر کرے، مطلق مکروہ ہے۔ اس کے بعد تدلیس سند جہاں کوئی اس معاصر یا ملاقی کا ذکر کر دیا جائے جس سے سننا ثابت نہ ہو یہ بھی ترمذی کی اکثر روایات میں تدلیس پائی جاتی ہے جیسا کہ ابن شہاب زہری نے ابو سلمہ سے نہیں سنا لیکن اس حدیث کی سند عن ابن الشہاب عن ابی سلمہ عن عائشہ مرفوع ہے۔

"لا نذر فی معصیة وکفارته کفارة یمین" یہاں سلیمان بن ارقم عن یحییٰ بن ابی کثیر غائب ہے۔ چونکہ زہری کی شخصیت قابلِ اعتماد ہے، اس لیے اس روایت کو مذموم نہیں کہا گیا۔ یہی حال سلیمان بن مہران کا ہے۔ ان کا تقویٰ، ثبت، حفظ اور عدل اس درجے کا ہے کہ وہ کوئی پیشہ ور مدلس نہیں بلکہ بے ارادہ اور سہواً احتیاط کا دامن چھوڑ بیٹھے۔ راوی کی عظمت کا بہرحال خیال رکھا جائے گا۔ اسے اس عیب کا سزاوار نہیں کہا جائے گا جو شعبہ نے بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں:

تدلیس کی مبالغہ آمیز مذمومیت بہرحال محلِ نظر ہے۔ وہ روایات جہاں تدلیس کا امر سہواً یا غیر ارادتاً اعمش سے ہو گیا ہے، اعمش کی عظمت کے پیشِ نظر ان کے تقویٰ، زہد اور حفظ و ثقاہت پر حملہ آور ہونے کا سامان کبھی نہیں بن سکتیں۔

۲۹۔ ابو الفلاح عبد الحی بن العماد: شذرات الذہب: ۱: ۲۲۰

قرآتِ قرآن

امام اعمش جہاں ایک ثقہ محدث تھے وہاں ایک جید قاری بھی تھے۔ آپ کو قرآنِ کریم سے حد درجہ وابستگی تھی۔ اس وابستگی پر آپ کو ناز تھا۔ فرماتے تھے:

ان اللہ زین بالقرآن اقواماً وانی ممن زینہ اللہ بالقرآن ولولا ذلک کان علی عنقی دن الطوف بہ فی سکک الکوفۃ۔[۵۳۰]

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس قرآن سے کئی قوموں کو زینت بخشی، اور میں بھی انہی میں سے ہوں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس قرآن سے زینت عطا فرمائی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں غبار آلود گردن لیے کوفے کی گلیوں کا طواف کیا کرتا۔

سرزمین کوفہ میں جہاں آپ کی روایت حدیث کا چرچا تھا وہاں آپ کی قرآت کا شہرہ بھی زبان زد خاص و عام تھا۔ آپ نے قرآت ابراہیم النخعی، زر بن حبش، زید بن وہب، مجاہد بن جبر، ابو العالیہ الریاحی، یحییٰ بن وثاب اور عاصم الاحول جیسے مشہور قرا سے سیکھی۔ آپ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی قرآت کا سلسلہ سند یہ تھا:

کان الاعمش قرأ علی یحیی بن وثاب وقرأ یحیی بن وثاب علی عبید ابن فضیلہ الخزاعی وقرأ عبید ابن فضیلہ علی علقمہ وقرا علقمہ علی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔[۵۳۱]

یعنی اعمش نے یحییٰ بن وثاب سے اور یحییٰ ابن وثاب نے عبید ابن فضیلہ الخزاعی سے اور عبید ابن فضیلہ نے علقمہ سے اور علقمہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے قرآت سیکھی۔

آپ سے خلق کثیر نے قرآت سیکھی جن میں حمزہ الزیات، محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ، جریر بن عبد الحمید، زائدہ بن قدامہ، ابان بن تغلب، طلحہ بن مصرف، ابراہیم التیمی، منصور بن المعتمر، عبد اللہ بن ادریس اور ابو عبید بن معن الہذلی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ سے محمد بن عبد اللہ المعروف بہ زاہر اور محمد بن میمون نے حروف کی روایت کی۔

امام اعمش مرویاتِ عبد اللہ بن مسعودؓ میں سند مانے جاتے تھے۔ ابو اسحاق کا قول ہے:

---

۵۳۰ شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری: طبقات القرا، ۱: ۳۱۵، مطبوعہ مطبعۃ السعادہ مصر ۱۹۳۳ء

۵۳۱ ابن سعد: طبقات الکبریٰ، ۶: ۳۴۲، مطبوعہ بیروت ۱۹۵۷ء/ ۱۳۷۷ھ

مابالکوفۃ منذکذا وکذا سنۃ اقرأ من رجلین فی بنی اسد عاصم والاعمش احدھما لقرأۃ زید والاخری لقرأۃ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔ [۳۲]

یعنی فلاں فلاں سال سے کوفے میں ان دو آدمیوں سے بڑھ کر کوئی قاری نہیں ہوا جن میں ایک حضرت زید کی اور دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرآت کی روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح عاصم الاحول سے روایت ہے کہ اعمش کا ایک دفعہ قاسم بن عبدالرحمٰن کے ہاں سے گزر ہوا تو وہ کہنے لگے: "

ھٰذا الشیخ یعنی الاعمش اعلم الناس بقول عبداللہ بن مسعود۔ [۳۳]

یہ شیخ یعنی اعمش تمام لوگوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات کو زیادہ جانتے ہیں۔

انہی کا ایک قول ہے کہ:

لم یبق بالکوفۃ احد اعلم بحدیث عبداللہ من سلیمان الاعمش۔ [۳۴]

کوفے میں عبداللہ بن مسعودؓ کی مرویات کا سلیمان بن مہران الاعمش سے زیادہ کوئی جاننے والا باقی نہیں رہا۔

ہشام فرماتے ہیں:

ما رأیت بالکوفۃ احدا اقرأ لکتاب اللہ عزوجل من الاعمش۔ [۳۵]

میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا اعمش سے بڑھ کر کوفے میں کوئی قاری نہیں دیکھا۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ آپ چار چیزوں میں اپنے معاصرین پر فضیلت رکھتے ہیں، ان میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ آپ سب سے بڑھ کر قرآن کے قاری ہیں [۳۶]

ابن سعد لکھتے ہیں:

کان الاعمش صاحب قرآن وفرائض وعلم بالحدیث۔ [۳۷]

اعمش قرآن، فرائض اور علم حدیث کے ماہر تھے۔

۳۲ھ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی. تاریخ بغداد: ۹: ۷، مطبوعہ مصر ۱۳۴۹ھ ۳۳ھ ایضاً، ص ۱۰

۳۴ھ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۹: ۱۰ ۳۵ھ جزری: طبقات القرا: ۱: ۳۱۵

۳۶ھ ابن العماد الحنبلی: شذرات الذہب: ۱: ۲۲۰ ۳۷ھ ابن سعد: طبقات الکبریٰ: ۶: ۳۴۲

— حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :

سلیمان بن مہران الاسدی الکاهلی ابومحمد الکوفی الاعمش ثقۃ، حافظ، عارف بالقراءۃ ۔[۵۳۸]

سلیمان بن مہران اسدی الکاہلی ابومحمد کوفی الاعمش، ثقہ، حافظ حدیث اور قرأتِ قرآن کے ماہر ہیں۔

خطیب بغدادی اپنی کتاب "تاریخ بغداد" میں رقم کرتے ہیں :

کان من اقرأ الناس للقرآن واعرفهم بالفرائض واحفظهم للحدیث ۔[۵۳۹]

آپ لوگوں میں قرآن کے عظیم القدر قاری، فرائض کے بہت بڑے عالم اور حدیث کے جید حافظ تھے۔

ہشیم کا قول ہے :

ما رأیت بالکوفۃ احداً اقرأ لکتاب اللہ عنہ ۔[۵۴۰]

میں نے کتاب اللہ کا اعمش سے بڑھ کر کوفے میں کوئی بہتر قاری نہیں دیکھا۔

عجلی کہا کرتے تھے :

کان راساً فی القرآن ۔[۵۴۱]

یعنی آپ قرآنی علوم کے سرتاج تھے۔

محمد بن عبدالرحیم اپنے شیخ علی سے یحییٰ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اعمش عابد و زاہد، صاحب کمال اور عالم قرآن تھے ۔[۵۴۲]

طلحہ بن مصرف سے مروی ہے :

کنا نختلف الی یحیی بن وثاب نقرأ علیہ، والاعمش ساکت مایقرأ ۔ فلما مات یحیی بن وثاب تفتشنا اصحابنا فاذ الاعمش اقرأنا ۔[۵۴۳]

ہم یحییٰ بن وثاب کے ہاں جا کر ان سے قرأت سیکھا کرتے تھے۔ جو کچھ وہ قرأت کرتے، اعمش اسے خاموشی سے سنتے رہتے۔ آخر جب یحییٰ بن وثاب فوت ہو گئے تو ہم دوستوں نے باہم جائزہ لیا۔ اعمش ہم سب سے بڑھ کر قاری نکلے۔

---

۵۳۸ ابن حجر: تقریب التہذیب : ۱۳۶
۵۳۹ خطیب بغدادی : تاریخ بغداد : ۹ : ۳
۵۴۰ ابن حجر: تہذیب التہذیب : ۴ : ۲۲۳
۵۴۱ ایضاً
۵۴۲ خطیب بغدادی : تاریخ بغداد : ۹ : ۸
۵۴۳ ایضاً : ۹ : ۶

حجاج بن شعبہ کے بارے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

سلیمان الاعمش احب الی من عاصم[۴۴]

یعنی سلیمان الاعمش مجھے عاصم سے زیادہ محبوب ہیں۔

فلاس کہتے ہیں:

کان الاعمش یسمی المصحف من صدقہ۔[۴۵]

یعنی اعمش اپنے صدق کی وجہ سے "المصحف" مشہور تھے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ آپ پر قرآت کی نسبت حدیث کا زیادہ گہرا اثر تھا[۴۶]

عیسٰی بن موسیٰ کی دعوت پر جب قرا کی مجلس ہوئی۔ اس مجلس میں ابن ابی لیلیٰ اور شبرمہ جیسے صاحب کمال علما و فضلا جمع تھے۔ اعمش بھی تشریف لائے۔ عیسٰی بن موسیٰ نے کہا کہ آج اعمش کے سوا قرآن کا کوئی قاری نہیں ملا[۴۷] اس کے علاوہ بھی انہی کا ایک قول ہے:

لم نرو لا القرن الذی کانوا قبلنا مثل الاعمش[۴۸]

یعنی ہم نے اور ہم سے ایک قرن پہلے کے لوگوں نے اعمش کی مثل کسی کو نہیں پایا۔

امام اعمش کی عمر کا اکثر حصہ تعلیم و تعلم میں گزرا۔ قرآن مجید کافی عرصے تک لوگوں کو پڑھاتے رہے۔ آخر عمر میں جب زیادہ کمزور ہوگئے تو یہ سلسلہ چھوڑنا پڑا لیکن شعبان کا مہینہ آتا تو قرآن باقاعدگی سے روزانہ پڑھانا شروع کر دیتے۔ یہ شعبان میں پڑھانے کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔

صحابہ کرام سے روایت

امام اعمش کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے[۴۹] آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے براہ راست فیض یافتہ اصحاب میں سے حضرت انس بن مالکؓ، سعید بن جبیرؓ، ابو وائلؓ، زید بن وہبؓ اور ابراہیمؒ کو دیکھنے کا موقع ملا[۵۰]

۴۴۔ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد، ۹: ۷

۴۵۔ ذہبی: تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۴۴

۴۶۔ ابن قتیبہ، المعارف: ۲۱۴

۴۷۔ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۹: ۸

۴۸۔ ایضاً

۴۹۔ ذہبی: میزان الاعتدال، ۲: ۲۲۴

۵۰۔ بخاری، تاریخ کبیر، ج ۲، ق ۱: ۱۴۶، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۲ھ

رازی (متوفی ۳۲۷ھ) فرماتے ہیں :

رأی انس بن مالک ولم یسمع منہ۔[۵۱]

یعنی آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا لیکن ان سے سماع نہیں کیا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں :

رأی انس بن مالکؓ کلمہ لکنہ لم یرزق السماع علیہ ومایرویہ عن انس فھو ارسال اخذہ عن اصحاب انس وروی عن عبداللہ بن ابی اوفی حدیثا واحدا۔[۵۲]

آپ نے انس بن مالک کو دیکھا، ان سے باتیں بھی کیں، لیکن حدیث کا سماع نہ ہوا۔ جو کچھ آپ نے ان سے روایت کیا ہے وہ مرسل ہے جو آپ نے حضرت انس کے شاگردوں سے حاصل کیا۔ آپ نے عبداللہ بن اوفی سے صرف ایک حدیث روایت کی۔

ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں :

رأی انس بن مالک وحفظ عنہ۔[۵۳]

یعنی آپ نے حضرت انس کو دیکھا اور حدیث حفظ کی۔

احمد بن حنبل فرماتے ہیں :

منصور اثبت اھل الکوفہ ففی حدیث الاعمش اضطراب کثیر وروایۃ الاعمش عن انس منقطعۃ، ما یسمع عن انس بل صلی خلفہ۔[۵۴]

منصور اہل کوفہ میں سب سے زیادہ ثقہ حافظ حدیث ہیں۔ لیکن اعمش کی احادیث میں بہت اضطراب ہے۔ اعمش کی روایت حضرت انس سے منقطع ہے، اس لیے کہ آپ نے حضرت انس سے حدیث کا سماع نہیں کیا بلکہ صرف ان کے پیچھے نماز پڑھی۔

حافظ ابونعیم فرماتے ہیں :

رأی انسا وابن ابی اوفی وسمع منھما۔[۵۵]

آپ نے انس اور ابن ابی اوفی دونوں کو دیکھا اور دونوں سے حدیث کا سماع کیا۔

---

[۵۱] الرازی : کتاب الجرح والتعدیل : ج ۲، ق ۱ : ۱۴۶، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۲ھ

[۵۲] ابن خلکان : وفیات الاعیان : ۲ : ۱۳۶، مطبوعہ قاہرہ

[۵۳] ذہبی : تذکرۃ الحفاظ : ۱ : ۱۴۴

[۵۴] ذہبی : میزان الاعتدال : ۲ : ۲۲۴، مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاء ۱۳۸۲ھ۔ [۵۵] ایضاً۔

بزاز بھی حضرت انس سے آپ کی سماعِ حدیث کے معترف تھے۔ آپ نے وہ حدیث بھی بیان کی، جس سے آپ کے سماع کا پتا چلتا ہے[۵۶]

حضرت وکیع اعمش کا ایک قول نقل کرتے ہیں:

رأیت انس بن مالک وما منعنی ان اسمع منہ الا استغنائی باصحابی[۵۷]

میں نے حضرت انس بن ملک کو دیکھا، لیکن مجھے ان سے سماعِ حدیث نے صرف اس بات نے روکے رکھا کہ میں اساتذہ سے مستغنی ہوگیا تھا۔

ابن المدینی فرماتے ہیں:

لم یحمل عن انس، انما رأہ یخضب ورأہ یصلی[۵۸]

آپ نے انس بن مالک سے کچھ اور تو نہ لیا بلکہ انھیں خضاب لگاتے اور نماز پڑھتے ہوتے دیکھا

انھی سے ایک اور روایت ہے:

قال ابن المدینی الاعمش کان کثیر الوھم فی احادیث ھؤلاء الضعفاء[۵۹]

یعنی ان تمام ضعفا سے مروی احادیث میں اعمش کی حیثیت شدید توہم کا شکار ہوگئی

اسی طرح ابن معین حضرت انس سے آپ کی مرویات کو مرسل قرار دیتے ہیں[۶۰] ابوحاتم فرماتے ہیں کہ اعمش نے ابن ابی اوفی اور عکرمہ سے کچھ نہیں سنا[۶۱] ابن المناوی سے مروی ہے کہ آپ نے انس بن مالک کو دیکھا لیکن سماع نہ کیا[۶۲] ابن حجر فرماتے ہیں، ابوبکر ثقفی کے پیچھے آپ کو سواری کرنے اور ان کا آپ کو یہ کہنا کہ بیٹے اللہ نے تجھے فضیلت دی ہے، والی روایت محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ ابوبکر ثقفی تو ۵۹ھ میں انتقال کر گئے، حالانکہ اس وقت تک جناب اعمش پیدا بھی نہیں ہوئے تھے[۶۳] ابن حبان فرماتے ہیں کہ آپ نے حضرت انس کو واسط اور مکہ مکرمہ میں دیکھا۔ پچاس کے قریب روایات بھی انھوں نے نقل کی ہیں،

---

[۵۶] ذہبی: میزان الاعتدال: ۲: ۲۲۴
[۵۷] بغدادی، تاریخ بغداد ۹: ۴
[۵۸] ایضاً
[۵۹] ذہبی: میزان الاعتدال: ۲: ۲۲۴
[۶۰] ابن حجر: تہذیب التہذیب ۴: ۲۲۳
[۶۱] ابوحاتم الرازی: کتاب الجرح والتعدیل: ج۲، ق: ۱۴۶
[۶۲] ابن حجر، تہذیب التہذیب: ۴: ۲۲۳
[۶۳] ایضاً: ۲۲۵

جو حضرت انس سے انھوں نے روایت کی ہیں[۵۶۴] عبید اللہ بن موسیٰ حضرت اعمش کا ایک قول نقل کرتے ہیں جس سے ان پچاس روایات کی نفی ہو جاتی ہے۔ روایت ہے:

ما سمعت عن انس الاحدیثا واحداً یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔[۵۶۵]

یعنی آپ نے حضرت انس سے سوائے ایک حدیث کے اور کچھ نہیں سنا۔ وہ حدیث یہ ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

رأی انس بن مالک ولم یسمع منہ شیئا مرفوعاً وروی عن عبد اللہ بن ابی اوفی مرسلا۔[۵۶۶]

یعنی آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا لیکن ان سے کوئی مرفوع حدیث روایت نہیں کی۔ عبد اللہ بن ابی اوفی سے آپ نے مرسل روایت کیا۔

مذکورہ بالا مختلف اقوال اور روایات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اعمش نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا، ان کے پیچھے نماز پڑھی، چند آیات اور احادیث کو بھی سنا۔ اس کے علاوہ عبد اللہ بن ابی اوفی سے جو کچھ روایت ہے وہ مرسل ہے۔ باقی صحابہ کرام سے ملاقات ثابت ہے، لیکن کوئی روایت منقول نہیں۔ ابو بکر ثقفی سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے، اس لیے کسی روایت کے ان سے مرفوع انتساب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

امام اعمش کی علم سے وابستگی

جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے امام اعمش کو قرآن و حدیث کے علوم پر عبور حاصل تھا۔ علم کی وجہ سے آپ اپنے معاصرین کے ہاں بلند درجے پر فائز تھے۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے جب ابن ابی لیلیٰ کو جو خود ایک بلند پایہ عالم تھے، فقہا کو دعوت دینے کے لیے کہا، اس دعوت میں جب اعمش کو عیسیٰ بن موسیٰ نے سادہ حالت میں دیکھا تو کہنے لگے کہ اے ابن ابی لیلیٰ میں نے تجھے فقہا کو دعوت دینے کے لیے کہا تھا ابن ابی لیلیٰ فرمانے لگے کہ یہ شخص تو ہم سب فقہا کے سرتاج ہیں[۵۶۷]

---

۵۶۴ ابن حجر: تہذیب التہذیب: ۴: ۲۲۵۔ ۵۶۵ ایضاً ۴

۵۶۶ بغدادی: تاریخ بغداد: ۹: ۴ ۵۶۷ ایضاً: ۵ ۵

سفیان بن عیینہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ اپنے معاصرین کے مقابلے میں قرآن کے سب سے بڑھ کر قاری، فرائض کے بہتر طور پر جاننے والے اور حدیث میں ثقہ حافظ ہیں۔ اعمش اس قدر زیرک تھے کہ زہیر بن معاویہ فرماتے ہیں:

ما ادرکت احدا اعقل من الاعمش والمغیرة۔[۶۸]

یعنی میں نے اعمش اور مغیرہ سے بڑھ کر کسی کو صاحب عقل نہیں پایا۔

آپ کو اپنے زیورِ علم پر ناز تھا اور فرمایا کرتے۔

ارأیتم لولا انی تعلمت العلم من کان یاتینی لو کنت بقالا کان یقذرنی الناس ان یشتروا منی۔[۶۹]

یعنی اگر میں علم نہ سیکھتا تو میرے پاس کون آتا؟ اگر میں سبزی فروش ہوتا تو لوگ مجھ سے خریدنے میں کراہت محسوس کرتے۔

ابن المدینی فرماتے ہیں کہ علومِ امتِ محمدیہ کے حافظ صرف چھ ہیں۔

اہلِ مکہ میں عمرو بن دینار، اہلِ مدینہ میں محمد بن مسلم (ابن شہاب زہری)، اہلِ کوفہ میں ابو اسحٰق السبیعی اور سلیمان بن مہران الاعمش، اہلِ بصرہ میں یحییٰ بن کثیر ناقلہ اور قتادہ۔[۷۰]

امام اعمش کی عبادت گزاری

حضرت اعمش علم و عمل کا مرقع تھے۔ قرآن و حدیث کا نور جہاں ان کی زبان سے پھیلا، وہاں ان کے عمل کی جاذبیت نے تشنگانِ علم و عرفان کے ذوق کو بالیدگی دی۔ آپ کا کردار قرآن و حدیث کے احکام کی تفسیر تھا اور آپ کا زہد و تقویٰ، کردار کی جاذبیت میں اضافے کا موجب تھا۔ عبادت گزار اتنے کہ نماز باجماعت میں صفِ اول کا حد درجہ اہتمام کرتے اور تکبیر اولیٰ فوت نہ ہونے دیتے۔ وکیع ابن الجراح سے مروی ہے:

بقی الاعمش قریباً من سبعین سنة لم تفته التکبیرة الاولیٰ۔[۷۱]

یعنی اعمش نے ستر سال زندگی گزاری لیکن کبھی تکبیر اولیٰ تک فوت نہ ہونے دی۔

---

۶۸ بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۹ ۶۹ ایضاً: ص ۶

۷۰ ایضاً: ۹: ۱۵ ۷۱ ذہبی: تذکرۃ الحفاظ: ۱: ۱۴۴

خریبی فرماتے ہیں :

مات یوم مات وما خلف احد من الناس اعبد منه وکان صاحب سنة [۵۱]

یعنی اعمش انتقال کر گئے ، لیکن لوگوں میں اپنے آپ سے زیادہ کسی کو عبادت گزار نہ چھوڑا ۔ آپ سنتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی پابند تھے۔

ابراہیم بن عرعرہ سے روایت ہے :

قال سمعت یحیی القطان اذا ذکر الاعمش قال کان من النساك وکان محافظا علی الصلوٰة فی جماعة وعلی الصف الاول [۵۲]

فرماتے ہیں میں نے یحییٰ قطان کو سنا کہ وہ جب کبھی بھی اعمش کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ وہ عبادت گزار لوگوں میں سے تھے ۔ نماز باجماعت اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کا حد درجہ اہتمام کرتے ۔

ذہبی لکھتے ہیں :

کان رأساً فی العلم النافع والعمل الصالح [۵۴]

آپ علم نافع اور عمل صالح سے سرفراز تھے۔

وکیع بن الجراح سے روایت ہے :

اختلفت الیه قریباً من ستین سنة فما رأیته یقضی رکعة [۵۵]

یعنی مہران کے ہاں قریباً ساٹھ سال تک آنا جانا رہا ، لیکن انھیں میں نے کبھی ایک رکعت بھی قضا کرتے نہیں دیکھا۔

سیرتِ اعمش کے چند آثار

امام اعمش کی شخصیت قرآن و حدیث کے نور سے منور اور علم و عمل کی تصویر تھی ۔ دنیا پرستی ، جاہ پسندی اور حرص و ہوا کا کوئی شائبہ ان میں نہ تھا ۔ خدا خوفی اور احتساب آخرت نے ان کی زندگی کو سراپا عجز و انکسار اور زہد و تقویٰ بنا دیا تھا ۔ لباس کی سادگی اور طبیعت کی نرمی آپ کی ہنستی مسکراتی شخصیت کا زیور تھی ۔ اگر کبھی کسی کو آپ سے رنجش ہو جاتی تو آپ پریشان ہو جاتے ۔ صلح جوئی کے لیے

---

[۵۲] ابن حجر: تہذیب التہذیب : ۴ : ۲۲۴ [۵۳] خطیب بغدادی: تاریخ بغدادی ۹ : ۸

[۵۴] ذہبی : تذکرۃ الحفاظ : ۱ : ۱۴۴ [۵۵] بغدادی: تاریخ بغداد : ۹ : ۹

طرح طرح کے طریقے اختیار کرتے ۔ علاوہ ازیں یہ بات آپ کی سیرت میں ہمیشہ نمایاں رہی کہ ہر بات کو شدت سے محسوس کرتے اور اس احساس کا فوراً اظہار بھی کر دیتے ۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ اپنی بیوی سے تنازع ہو گیا تو ایک آدمی کو صلح کرانے کے لیے بلا لائے ۔

آپ خوش طبعی سے بھی کبھی کبھی کام لے لیتے تھے ۔ ایک دفعہ اپنے شاگردوں کے پاس آئے تو فرمانے لگے اگر گھر میں تمہاری نسبت زیادہ مجھ پر غضب ناک فرد نہ ہوتا تو میں تمہارے پاس نہ آتا[۵۷] اسی طرح ایک دفعہ آپ کے پاس ایک حدیث کا ذکر کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی تہجد کی نماز کے وقت سویا رہتا ہے اس کے کانوں میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے ؛

آپ کی سیرت میں استغنا کا وصف بڑا نمایاں تھا ۔ معاشی طور پر اگرچہ تنگ دست رہے لیکن کبھی کسی سے مرعوب نہ ہوئے اور نہ کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا ۔ آپ کی مجالس میں آپ کا رعب، دبدبہ اور شخصی وقار چھایا رہتا جس کی وجہ سے امرا و سلاطین بھی ان مجالس میں اپنے آپ کو حقیر سمجھتے ۔ عیسٰی بن یونس سے مروی ہے :

ما رأیت الاغنیاء والسلاطین عند احد احقر منہم عند الاعمش مع فقرہ وحاجتہ[۵۸]

یعنی فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی کے ہاں امراء و سلاطین کو ایسی عاجزانہ حالت میں نہیں دیکھا جس قدر اعمش جیسے تنگ دست اور محتاج کی مجالس میں دیکھا ۔

امام اعمش پر فکر آخرت کا بڑا غلبہ تھا ۔ فرمایا کرتے کہ لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے وقت اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ان کی سیاہ کاریوں کا دھواں کہیں ان کے چہرے کو سیاہ نہ کر ڈالے ۔ فرمایا کرتے کہ جب

---

۵۶ بطرس البستانی : دائرۃ المعارف : ۳ : ۷۰ مطبوعہ تہران ۱۳۹۵ھ

۵۷ الجزری : طبقات القرا : ۱ : ۳۱۵ ۵۸ خطیب بغدادی : تاریخ بغداد : ۹ : ۸

فساد لوگوں کا شعار ہو جاتا ہے تو ان پر ان کے ظالم اور بدکار لوگ مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ نیز فرماتے کہ مجھے اس بات کا خوف پریشان کیے رکھتا ہے کہ کہیں وضو کے بغیر خداوند کے حضور نہ جا پہنچوں، چنانچہ جونہی نیند سے بیدار ہوتے، جب تک پانی نہ ملتا، تیمم کر لیتے۔ فرمایا کرتے کہ موت کا بلاوا کسی وقت کا پابند نہیں۔ آپ لوگوں کو اس بات کی ہدایت کرتے کہ جب میں مر جاؤں تو میری موت کی کسی کو خبر تک نہ ہونے دیں، کیونکہ میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ لوگ میرے جنازے میں شریک ہوں [۵۷۹] آپ یہ بھی کہا کرتے کہ اگر یہ میری جان میری طاقت میں ہوتی تو اُسے میں ماں کے پیٹ کے اندر ہی ختم کر دیتا [۵۸۰]

زائدہ بن قدامہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اعمش کے پیچھے پیچھے چلتا گیا یہاں تک کہ آپ قبرستان میں پہنچ گئے۔ وہاں آپ ایک کھدی ہوئی قبر میں داخل ہو کر لیٹ گئے۔ پھر نکلے اور اپنے سر میں مٹی اڑاتے ہوئے زبان سے کہنے لگے کہ کیسی تنگ جگہ ہے [۵۸۱]

تصنیف و تالیف

آپ کی کوئی تصنیف و تالیف تذکروں میں نہیں ملتی۔ آپ کی روایات حدیث و قرآن مختلف کتابوں میں منتشر حالت میں پائی جاتی ہیں۔ ویسے یہ بات ثابت ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کو لکھوایا کرتے تھے، لیکن انھوں نے آگے اسے مکمل کتابی شکل میں منتقل نہ کیا، بلکہ منتشر آرا کی صورت میں روایت کرتے رہے۔ محمد بن یزید سے روایت ہے کہ میں نے حفص بن غیاث کو کہتے سنا کہ ہماری تو حالت اعمش جیسی ہو گئی ہے کہ ہم کسی چیز پر اس وقت تک کلام نہیں کرتے جب تک کہ اسے لکھ نہ لیں [۵۸۲]۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے جس سے آپ کی قرأت کی کتاب کا حوالہ ملتا ہے۔ اس روایت کو مروزی نے عمار بن الحسن سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں :

كان جرير اذا اراد ان يأخذ فى قراءة كتاب الاعمش قال انى اريد ان اخذ لكم فى ديباج الخسروانى [۵۸۳]

یعنی جب بھی جریر اعمش کی کتاب کی قرأت پر بات کرنے کا ارادہ کرتے تو کہنے لگتے کہ میں تمھارے لیے اب

---

۵۷۹ شعرانی : طبقات الکبریٰ : ۱ : ۳۹، مطبوعہ ۱۲۸۶ھ ۵۸۰ ایضاً

۵۸۱ ابن خلکان : وفیات الاعیان : ۲ : ۱۳۶ ۵۸۲ وکیع : اخبار القضاۃ : ۳ : ۱۸۴، مطبوعہ مصر ۱۳۶۹ھ

۵۸۳ بغدادی : تاریخ بغداد : ۹ : ۱۰

بیچ خسروانی کی صورت میں علم نہ لاؤں۔

نیز بے علی کی وہ روایت جس میں کہا گیا ہے کہ آپ کی کوئی کتاب نہیں تھی[۵۸۴]، اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی لکھائی گئی کتب اپنی اصلی حالت کے ساتھ آگے منتقل نہ ہو سکیں اور ضائع ہو گئیں۔

وفات

امام اعمش کے سن وفات میں تذکرہ نگاروں کا اختلاف ہے۔ محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ آپ نے ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ابو عوانہ کا بھی یہی خیال ہے جس کے مطابق آپ ۱۴۷ھ میں فوت ہوئے۔ خضرمی سے روایت ہے کہ ابن نمیر نے ہمیں بتایا کہ آپ کی وفات اسی سن میں ہوئی۔ حسین بن حریث سے مروی ہے:

مات الاعمش وهو ابن ثمان وثمانين سنة وولد سنة ستين ومات سنة ثمان واربعين ومائة فى شهر ربيع الاول ومات الاعمش بعد منصور بست عشرة سنة۔[۵۸۵]

یعنی امام اعمش نے ۸۸ اٹھاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ ۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ربیع الاول ۱۴۸ھ میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا انتقال منصور کی وفات سے ۱۶ سولہ سال بعد ہوا۔

بغدادی تمام مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد فیصلہ کرتے ہوئے یہی لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ ابن خلکان سے وفیات الاعیان میں، ذہبی سے تذکرۃ الحفاظ میں، امام بخاری سے تاریخِ کبیر اور صغیر دونوں میں اور تبریزی سے اکمال میں یہی سالِ وفات مذکور ہے۔

ہشام رازی فرماتے ہیں کہ میں نے جریر سے سنا کہ انھوں نے خواب میں اعمش کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ کے کیسے حال ہیں؟ فرمانے لگے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مغفرت کی وجہ سے نجات پا گئے ہیں۔ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔[۵۸۶]

---

۵۸۴ ابن حجر: تہذیب التہذیب: ۴ : ۲۲۳، مطبوعہ ۱۳۲۵ھ

۵۸۵ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۹ : ۱۲ ۔۔۔ ۵۸۶ ایضاً، ص ۱۳